وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور اچھے اچھے کام کرے اور کہے کہ میں بھی یقیناً (خدا کے) فرمانبردار بندوں میں سے ہوں

کتاب مستطاب

احسن الفوائد

فی

شرح العقائد

اصل رسالہ اعتقادیہ

از قلم حقیقت رقم

حضرت صدوق العلماء العاملین رئیس الفقہا والمحدثین جناب

شیخ ابو جعفر محمد بن علی ابن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی اعلی اللہ امقامہ

مترجم رسالہ

فاضل محقق مولانا سید منظور حسین بخاری مرحوم

شارح رسالہ

صدر المحققین، سلطان المتکلمین سرکار علامہ آیت اللہ الشیخ محمد حسین النجفی مجتہد العصر والزمان مدظلہ

منیجر مکتبۃ السبطین ۲۹۶ ۹-بی سیٹلائٹ ٹاؤن بلاک بی سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو (لوگوں) کو خدا کی طرف بلائے اور اچھے اچھے کام کرے اور کہے کہ میں بھی یقیناً (خدا کے) فرمانبردار بندوں میں سے ہوں

کتاب مستطاب

احسن الفوائد فی شرح العقائد

جس میں

تمام شیعہ عقائد و مسلمات کو قرآن کریم، احادیث معصومین اور عقل سلیم کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے اور دیگر فرقہائے اسلام کے مقابلہ میں دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے شیعہ اصول و عقائد کی برتری واضح کی گئی ہے اور ہر ہر موضوع پر ملاحدہ و منکرین کے جملہ شکوک و شبہات کو عقلی و نقلی ادلہ سے علوم قدیمہ اور جدیدہ کی روشنی میں رد کیا گیا ہے

سرکار صدوق العلماء العاملین رئیس الفقہاء والمحدثین حضرت شیخ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی علیہ الرحمۃ

سرکار صدر المحققین سلطان المتکلمین حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ محمد حسین صاحب قبلہ مد ظلہ العالی علی رؤس المومنین

۲۹۶ - بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

ثنائی پریس بلاک نمبر 1 سرگودھا
فون 7/1868

بنا بریں لا نبی بعدی کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے بعد کوئی کامل نبی نہیں آئے گا۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ یہ لائے نفی جنس کیلئے ہے اس کا حقیقی مفہوم جنس کی نفی ہے۔ اگر کسی جگہ کسی داخلی یا خارجی قرینہ کی وجہ سے نفی کمال میں استعمال ہو تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ہر جگہ یہی مجازی معنی مراد لیے جائیں۔ ؟ ورنہ اسی بنیاد پر کوئی تثلیث یا صنم پرست یہ کہہ دے کہ لا الٰہ الا اللہ۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کامل معبود نہیں ہے تو معترض کے پاس اس کا کیا جواب ہے ؟ اس طرح اگر کوئی منکرِ قرآن یہ کہہ دے کہ ذٰلک الکتاب لاریب فیہ میں لا نفیٔ کمال کے لئے ہے کہ قرآن میں ریب و شک کامل نہیں ہے لیکن کچھ ناقص اور کمزور قسم کا ریب موجود ہے تو معترض اس کا کیا جواب دے گا۔ ؟ جس دلیل کی بنا پر لا الٰہ الا اللہ میں لا کو نفی کمال کے لئے قرار دینا ممنوع ہے۔ اسی دلیل سے لا نبی بعدی میں بھی ممنوع ہے۔

دوسرا شبہ اور اس کا جواب

خاتم۔ بمعنی مہر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب جو نبی آئے گا وہ آپ کے زیر نگیں ہوگا۔ اور آپ کی مہر تصدیق سے اسے نبوت ملے گی۔ اس شبہ کی رکاکت محتاج بیان نہیں ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ یہ مجسٹریٹ کی مہر ہے یا یہ جج کی مہر ہے۔ تو کوئی صحیح الدماغ آدمی اس کا یہ مطلب لیتا ہے کہ اس مہر کے لگانے سے مجسٹریٹ یا جج بنتے جاتے ہیں ! تو یہاں کس طرح یہ مفہوم بیان کیا جاتا ہے۔ ان معنی کے اعتبار سے جو صحیح مطلب نکلتا ہے۔ اس کو اوپر آیت پر خاتم النبیین کے ذیل میں واضح کر دیا گیا ہے۔

تیسرا شبہ اور اس کا جواب

جب کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء کہا جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس شخص کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہیں۔ اس شبہ کا جواب بھی ظاہر ہے کہ اگر کسی جگہ بطور مبالغہ انسانی یہ لفظ کامل یا افضل کے معنی میں استعمال ہو۔ تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ لغت کے اعتبار سے لفظ خاتم کے معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں۔ اور اس کے حقیقی معنی (آخری) غلط ہو جائیں ؟ مالکم کیف تحکمون

بجز ختمی مرتبت دیگر انبیاء پہ آئمہ ہدیٰ کی افضلیت

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی افضلیت پر بھی اوپر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اب یہاں آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی افضلیت پر کچھ تبصرہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے علمائے متقدمین کے درمیان افضلیت آئمہ بر انبیائے سلف کے بارہ میں تین قول تھے۔ پہلا قول یہ کہ یہ حضرات سوائے جناب ختمی مرتبت کے دیگر تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ دوسرا یہ کہ انبیاء کرام آئمہ علیہم السلام سے افضل ہیں۔

تیسرا قول یہ تھا کہ انبیائے اولی العزم ان سے افضل ہیں۔ لیکن دیگر انبیاء سے یہ بزرگوار افضل ہیں۔ مگر متاخرین علماء اعلام کا پہلے قول پر قریباً اتفاق ہو چکا ہے۔ کہ آئمہ اطہار سوائے جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر تمام انبیاء اولی العزم وغیرہم سے افضل واشرف ہیں۔ اور اس عقیدہ کی صحت پر بکثرت دلائل موجود ہیں۔ ہم بنظرِ اختصار ذیل میں چند دلائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

دلیلِ اوّل۔ یہ امر اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے کہ آئمہ اہلبیت علوم قرآن نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم وفضل کے صحیح وارث ومالک ہیں بمطابق آیت مبارکہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (ینابیع المودۃ۔ فرائد السمطین وغیرہ) اور ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ کا علم تمام انبیاء ومرسلین کے علم وفضل سے زیادہ اور علوم قرآنیہ تمام کتبِ سماویہ کے علوم سے افزوں ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ معیارِ فضیلت کثرتِ علم مع العمل ہے ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ، بنا بریں حضراتِ ائمہ طاہرینؑ کو انبیاءؑ ومرسلینؑ سابقین سے افضل واشرف تسلیم کرنا پڑے گا۔

دلیلِ دوئم:۔ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے۔ کہ آپ نے فرمایا لولا ان خلق اللہ علیاً لم یکن لابنتی فاطمۃ کفو آدم فمن دونہ (عیون اخبار الرضا۔ ینابیع المودۃ وغیرہ) اگر خداوند عالم علیؑ کو پیدا نہ کرتا۔ تو میری بیٹی فاطمہ کا کوئی کفو وہمسر نہ تھا۔ خواہ آدمؑ ہوں۔ یا دیگر انبیاء۔ ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے رشتۂ ابوّت ونبوت سے قطع نظر کرکے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔ کہ جناب امیر المومنینؑ ان انبیائے سلف سے افضل ہیں۔ اسی سے دیگر آئمہ اطہارؑ کی افضلیت بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ لانہم فی الفضل سواء۔ حضرت صادق علیہ السلام نے ابو صباح کنانی سے فرمایا۔ یا ابا الصباح انہ لا یجد احد حقیقۃ الایمان حتی یعلم ان لآخرنا ما لاولنا (بصائر بحار الانوار) اے ابو صباح! اس وقت تک کوئی شخص حقیقتِ ایمان کو پا ہی نہیں سکتا جب تک وہ یہ یقین حاصل نہ کرے۔ کہ ہمارے آخری کے لئے وہی فضل وکمال ثابت ہے جو ہمارے پہلے کے لئے ثابت ہے۔

دلیلِ سوئم:۔ یہ دلیل دراصل دلیل دوئم کی ہی فرع ہے۔ کہ آئمہ اہلبیتؑ کے علوم وکمالات انبیاء کے علوم وکمالات سے اتم واکمل ہیں۔ بکثرت احادیث میں وارد ہے۔ کہ اسم اعظم کے کل تہتر حرف ہیں۔ جناب آدمؑ کو پچیس حرف عطا ہوئے تھے۔ اور جناب نوحؑ کو پندرہ۔ جناب موسیٰؑ کو پانچ حرف اور جناب ابراہیمؑ کو آٹھ حرف اور جناب عیسیٰؑ کو صرف دو حرف۔ اسی طرح کسی نبی کو ایک حرف اور کسی کو دو وعلیٰ ہذا القیاس اور انہی کے ذریعے ان کے کمالات بھی وقوع پذیر ہوتے تھے۔ لیکن جناب سرورِ کائناتؐ کو بہتر حروف مرحمت ہوئے۔ فقط ایک حرف خلاق عالم نے اپنے علمِ مخزون میں رکھا۔ اور یہی اسماء آنحضرتؐ کو عطا

ہوئے۔ وہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کی طرف منتقل ہوئے۔ (اصول کافی۔ بحار۔ بصائر الدرجات وغیرہ)
اسی وجہ سے ان کے معجزات و کمالات زیادہ ہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ان کا مقام انبیائے سلف سے بلند تر ہے۔
دلیل چہارم:۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث فریقین کی کتب میں موجود ہے کہ آپ نے
فرمایا۔ من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ والی نوح فی زہدہ والی ابراھیم فی خلتہ والی موسیٰ فی
ھیبتہ والی عیسیٰ فی تقواہ فلینظر الی علی بن ابی طالبؑ (سنن بیہقی۔ ینابیع المودۃ وغیرہ) جو شخص چاہتا ہے
کہ آدمؑ کا علم و فضل، نوحؑ کا حلم، ابراہیمؑ کی خلت و محبت۔ موسیٰؑ کی ہیبت و جلالت اور حضرت عیسیٰؑ کا تقویٰ
و طہارت دیکھے وہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دیکھ لے۔ جس سے افضلیت علیؑ واضح و عیاں ہے۔ کیونکہ جو بزرگوار
مختلف حضرات کے انفرادی کمالات کا جامع ہوگا۔ وہ یقیناً ہر ایک سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔ اور ابھی اوپر واضح
کیا جا چکا ہے کہ سب آئمہ اہل بیتؑ فضل و کمال میں برابر ہیں (وان کان لعلی مقامہ)
دلیل پنجم:۔ بصائر الدرجات سابع بحار الانوار وغیرہ کتب معتبرہ میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود
ہیں۔ کہ تمام انبیاء کو اس وقت تک نبوت عطا نہیں ہوئی۔ جب تک کہ انہوں نے خدا کی توحید اور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے ساتھ ساتھ آئمہ طاہرینؑ کی امامت کا اقرار نہیں کیا۔ اسی طرح ام برده
کتب میں انبیاء کرام کا مشکلات و مصائب میں ان حضرات قدسی صفات کو بارگاہ قدرت میں شفیع و وسیلہ
بنانا بھی ثابت ہے۔ اس سے بھی ان کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔ ہم اس موضوع پر ایک مفصل و مدلل مضمون
محمد بیرجنتری سرگودھا ۱۹۶۵ء میں لکھ چکے ہیں۔ شائقین تفصیل اس کی طرف رجوع کریں۔

ازالہ شبہ افضلیت آئمہ بر انبیائے ماسلف کے متعلق ایک شبہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ انبیاء کے برابر کسی
اور کا ثواب نہیں ہو سکتا لہٰذا کوئی غیر نبی کسی نبی سے افضل بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ شبہ بچند وجہ باطل ہے۔
اولاً۔ یہ مسلم ہی نہیں کہ معیار افضلیت کثرت ثواب ہے۔ کیونکہ قرآن سے تو معیار افضلیت کثرت
علم و طاقت معلوم ہوتا ہے۔ ان اللہ اصطفاہ علیکم وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم۔ لہٰذا یہ شبہ بنا رفاسد
بر فاسد کا مصداق ہے۔

ثانیاً یہ نظریہ کہ کبھی غیر نبی کا ثواب نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ خود معترض کی روایات کے خلاف ہے۔ ان
کی بکثرت روایات سے غیر انبیاء کے ثواب انبیاء سے زیادہ مرقوم ہیں۔ چنانچہ احیاء العلوم میں مرقوم ہے
روی عن ابن مسعود من طلب العلم لیحدث الناس ابتغاء وجہ اللہ اتاہ اللہ اجر سبعین نبیاً۔ جو شخص
اس غرض سے علم حاصل کرے کہ خدا کی خوشنودی کے لئے لوگوں کو حدیثیں سنائے تو خدا اسے ستر نبی کا اجر و ثواب
عطا کرے گا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں۔ من تعلم باباً من العلم لیعلم الناس

اعطی ثواب سبعین نبیاً و صدیقاً۔ جو شخص علم کا کوئی باب اس مقصد کے تحت حاصل کرے کہ لوگوں کو علم پڑھائے گا تو خداوند عالم اسے ستر نبی و صدیق کا ثواب عطا کرے گا۔ پس جب بنا بر روایات اہل سنت بعض عام افراد امت کا اجر و ثواب ستر ستر انبیاء کے برابر ہو سکتا ہے۔ تو آئمہ اہل بیتؑ کی افضلیت پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ جو صرف سادات امت ہی نہیں بلکہ خیر البریہ ہیں۔

ثالثاً۔ بنا بر تسلیم آنکہ غیر نبی کا ثواب نبی کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ حکم نبیؐ اور اس کی امت کے لوگوں کے ساتھ مختص ہے۔ مطلب یہ کہ نبی جن لوگوں کا نبی ہے وہ ان سب سے ضرور افضل ہوگا۔ اس حکم میں عمومیت نہیں ہے۔ لہذا چونکہ حضرات آئمہ معصومینؑ ان انبیائے ماسلف کی امت میں داخل نہیں ہیں۔ لہذا ان کا اجر و ثواب گذشتہ انبیاء سے زائد ہو۔ اور اس قاعدہ کی رُو سے بھی وہ ان سے افضل ہوں۔ تو اس میں کوئی جائے تعجب نہیں ہے۔

آئمہ اہل بیتؑ کی امامت و خلافت کا اثبات

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کی خلافت و امامت کی نصوص اس قدر کثیر التعداد ہیں۔ کہ ان سب کے لئے ایک ضخیم جلد بھی ناکافی ہے۔ علماء اعلام نے اس سلسلہ میں عربی، فارسی اور اردو وغیرہ میں بہت سی کتب لکھی ہیں۔ ہم نے بھی اس موضوع پر دو کتابیں بنام (۱) تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین (۲) اثبات امامۃ الائمۃ الاطہار فی ضوء العقل والآیات والاخبار لکھی ہیں۔ جن میں ان نصوص مبارکہ کا کافی ذخیرہ جمع کر دیا گیا ہے اور عقلی و نقلی ادلہ قاطعہ و براہین ساطعہ سے مخالفین اہل بیتؑ کی خلافت کو باطل کر کے آئمہ اہل بیتؑ کی خلافت و وصایت کو ثابت کیا گیا ہے۔ یہاں اس موضوع پر کچھ تفصیلی تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس مطلب کی تحقیق کو ہم اپنی نام بردہ کتب کے حوالہ کرتے ہیں۔ اب جب کہ احسن الفوائد طبع ثانی کے لئے پریس میں بھیجی جا رہی ہے۔ اثبات الامامت طبع ہو کر اہل ایمان کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے والحمد للہ۔ ہاں محض اس خیال سے کہ یہ کتاب مستطاب بھی نصوص امامت آئمہؑ سے بالکل خالی نہ رہ جائے بطور تبرک و تیمناً دو آیات اور دو روایات لکھ کر مختصر طور پر ان کی تقریب استدلال پیش کی جاتی ہے۔

پہلی آیت مبارکہ

ارشاد قدرت ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورۃ نساء پ ۵ ع) اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان ذوات کی جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ یہ امر اپنے مقام پر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے۔ کہ صیغہ امر وجوب میں حقیقت ہے۔ جب تک استحباب کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔ اسے وجوب پر ہی محمول کیا جاتا ہے۔ بنا بریں یہاں اسے وجوب پر حمل کرنے کے لئے اگرچہ استحباب کے قرینہ کا نہ ہونا ہی کافی تھا۔

چہ جائیکہ یہاں تو خود وجوب پر قطعی قرینہ موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا و رسول کی اطاعت بالاتفاق واجب ہے اور چونکہ اطاعتِ اولی الامر بھی اطاعت خدا و رسول کے ساتھ مقرون ہے لہٰذا وہ بھی واجب و لازم ہی ہوگی۔ نیز یہ حقیقت ظاہر ہے کہ اطاعتِ خدا و رسول کسی خاص زمان و مکان کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ ہر زمان و ہر مکان اور ہر حال میں ہر مکلف پر واجب ہے۔ اسی طرح اطاعت اولی الامر بھی ہر زمان و ہر مکان اور ہر حال میں ہر شخص پر لازم ہوگی۔ یہ امر بھی محتاج دلیل نہیں ہے کہ جس بزرگوار کی اس طرح اطاعت مطلقہ واجب ہو اس کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے۔ اس حقیقت کا فخرالدین رازی جیسے امام المشککین نے بھی اقرار کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۵۷ طبع اسلامبول پر رقمطراز ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ امر بطاعۃ اولی الامر علی سبیل الجزم فی ھذہ الآیۃ ومن امر اللہ بطاعتہ علی سبیل الجزم والقطع لا بد وان یکون معصوما عن الخطاء یعنی خداوند عالم نے اس آیت مبارکہ میں وجوبی طور پر اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اور جس کی اطاعت وجوبیہ کا خداوند عالم حکم دے۔ اس کے لئے معصوم عن الخطا ہونا ضروری ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ اولی الامر کو مثل رسول عصمت و طہارت کے درجۂ رفیعہ پر فائز ہونا چاہیئے اور یہ امر روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہے کہ امت محمدیہ میں سوائے آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے اور کوئی بھی شخص معصوم و مطہر نہیں ہے۔ ہاں ان ذواتِ مقدسہ کی عصمت و طہارت قرآن کریم احادیث سید المرسلین اور عقل سلیم کی روشنی میں محقق و مسلم ہے۔ قطع نظر دیگر آیاتِ قرآنیہ کے صرف آیتِ تطہیر ہی اس مقصد کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ (ملاحظہ ہوں صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۵۹ الشرف المؤبد ص ۶۷ درمنثور ج ۵ ص ۱۹۸ صواعق محرقہ ص ۸۵ ینابیع المودۃ ص ۲۲۵ طبع بمبئی وغیرہ) اور جہاں تک احادیث کا تعلق ہے وہ بھی بکثرت ہیں صرف بطور نمونہ ایک حدیث ملاحظہ ہو۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انا وعلی والحسن والحسین وتسعۃ من ولد الحسین مطہرون معصومون " میں نے آنحضرت کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور علی اور حسن حسین اور حسین کے نو فرزند سب مطہر اور معصوم ہیں (فرائد السمطین ج ۲ باب ۳۱ ینابیع المودۃ باب ۷۷ ص ۱۷۵)۔ لہٰذا وہ بزرگوار اولوا الامر کے مصداق ہوں گے۔ ان مقدمات کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اس آیۃ وافی ہدایہ کی آئمہ اہل بیت کی خلافت و امامت پر دلالت محتاج بیان نہیں رہتی۔ معمولی عقل و دانش رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ جس بزرگ کی اطاعت مطلقہ واجب و لازم ہو وہ یا نبی ہو سکتا ہے۔ یا اس کا وصی لیکن چونکہ اولوالامر نبی تو ہیں نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ اوصیاء نبی ہیں۔ وھو المقصود۔

دوسری آیت مبارکہ ارشاد رب العزت ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ

وکونوا مع الصٰدقین (سورہ مائدہ پ ۱۱ ع ۴) اے ایمان والو۔ خدا سے ڈرو اور صادقین کی معیت اختیار کرو۔

امامتِ اہل بیتؑ پر اس آیت مبارکہ کی دلالت کو واضح کرنے کے لیے چند امور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ کہ صیغہ امر وجوب میں حقیقت ہے۔ بنا بریں جس طرح تقویٰ الٰہی اختیار کرنا واجب ہے۔ اسی طرح صادقین کی معیت اختیار کرنا بھی لازم ہوگی۔ دوم یہ کہ چونکہ شریعت مقدسہ اسلامیہ کسی خاص ملک وملت اور کسی خاص مکان وزمان کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ یوم قیامت تک تمام بنی نوع انس وجن کی صلاح وفلاح کی کفیل ہے۔ لہٰذا اس کے اوامر ونواہی بھی قیامت تک کے لیے تمام جن وانس کو شامل ہوں گے۔ اور صادقین کی معیت اختیار کرنے کے حکم کے دائرہ میں تمام لوگ داخل ہوں گے۔ سوم یہ کہ عقل سلیم یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ کہ جن افراد کو یہ حکم دیا جا رہا ہے وہ اور ہیں۔ اور جن کی معیت اختیار کرنے کا ارشاد ہو رہا ہے۔ وہ صادقین اور ہیں۔ ورنہ تابع ومتبوع کا اتحاد لازم آئے گا جو بداہۃً باطل ہے۔ چہارم یہ کہ ارباب دانش پر یہ امر مخفی ومستور نہیں ہے کہ اس معیت سے مراد معیت مکانیہ نہیں ہے کہ تمام اطراف واکناف سے تمام مسلمان اپنے آپ کو صادقین تک پہنچائیں۔ اور ہر وقت ان کے ہمراہ رہیں۔ جو کہ تکلیف مالا یطاق ہونے کی وجہ سے محض غلط ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اس معیت سے مراد معیت روحانیہ یعنی معیت فی القول والعمل ہے۔ یعنی تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ اعتقاد وعمل میں صادقین کی اتباع کریں۔

پنجم یہ کہ اس سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ قیام قیامت تک ہر دور وہر زمانہ میں صادقین میں سے کسی نہ کسی فرد فرید کا وجود ضروری ہے۔ تاکہ اہل ایمان اس کی معیت اختیار کر کے نجاتِ دارین حاصل کر سکیں۔ جیسا کہ مشہور حدیث نبوی من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ بھی اس مطلب پر دلالت کرتی ہے۔ ششم یہ کہ جب معیت سے مراد اعتقاد وعمل میں اتباع وپیروی کرنا مراد ہے تو ماننا پڑے گا کہ صادقین کو ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ سے مطہر ومعصوم ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ آیت بالا کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔ ہفتم یہ کہ قطع نظر دیگر ادلہ وبراہین کے اسی آیت کے الفاظ بتاتے ہیں۔ کہ حقیقی صادقین وہی ہوں گے۔ جو معصوم ہوں گے۔ کیونکہ علی الاطلاق صادق وہی کہلا سکتا ہے۔ جو اوّل عمر سے لے کر آخر عمر تک عمداً وسہواً ہر قولی وفعلی کذب سے محفوظ ومصئون رہا ہو۔ اور ایسا شخص معصوم ہی ہو سکتا ہے۔ ہشتم یہ کہ امت محمدیہ میں سوائے آئمہ اہل بیتؑ کے اور کوئی شخص درجہ عصمت پر فائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی نے اس امر کا ادعا کیا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ صادقین کے مصداق آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہی ہو سکتے ہیں۔

نہم یہ کہ اگر اب تک بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو بعض تصریحات ملاحظہ ہوں۔

تفسیر در منثور ج ۳ ص ۲۹۱ پر جناب ابن عباس سے کونوا مع الصادقین کی تفسیر کونوا مع علی بن ابی طالب